عائشہ بیگم
اسکالر،پی ایچ۔ ڈی اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز، اسلام آباد
ڈاکٹر صائمہ نذیر
استاد شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز، اسلام آباد

اردو سفر نامے میں ہندومت کے عناصر
(منتخب سفر نامے گنگا جمنا کی دھرتی، ہند یاترا، دیکھا ہندوستان)

Aisha Begum
PhD Scholar, Department of Urdu, NUML, Islamabad.
Dr Saima Nazir
Assistant professor, Department of Urdu, NUML Islamabad

Urdu Travelogue: Traces of Hinduism

Travel is not only an important element of human life but also it acquainted us with the customs, traditions, teaching political and religious affairs of other countries. Modern technology has made it easier for people to travel from one country to another. Travel correspondents record the travel events as well as the cultural, political, and religious information so that the readers can benefit from it. Thus, this tradition gradually took the form of a travelogue and this is where the travelogue began. In Urdu travelogues although elements of different religions are found, similarly elements of Hindu religion are also prominent. Hinduism is an ancient religion. In the Hindu mythology, the word Dharma is commonly referred to religion. In Hinduism, there is a variety of belifes.

Key words: *Travelogue, Descriptive Genre of Literature, Hinduism, Customs and Ritulas, Awagon, Determinism, Beliefs of Hinduism, Dr Zahur Ahmad Awan, Worship of Shive Ling, Sacred Nakedness.*

سفر انسانی زندگی کا اہم عنصر ہے اس سے انسان کو کامیابی و کامرانی کے ساتھ ساتھ تجربات میں وسعت اور قدر و منزلت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔دوران سفر اسے دوسرے ممالک کی رسومات ، طرز ومعاشرت، تعلیم

وتربیت، سیاسی اور مذہبی امور سے بھی آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ سفر کو علم کا ذریعہ بھی قرار دیا جاتا ہے کیونکہ اسی کی بدولت وسعت قلبی اور سائنسی حقائق کا ادراک ہوتا ہے۔ انہی الفاظ کی روشنی میں ابوالکلام آزادیوں لکھتے ہیں۔

> "میں نے آدھا علم سفر سے حاصل کیا ہے۔ مطالعہ کی تنہائیوں نے مجھے ذہنی بالیدگی بخشی لیکن سفر کے مشاہدوں نے میری نگاہ کو وسعت دی۔ جو لوگ سفر نہیں کرتے وہ بسم اللہ کے گنبد میں رہتے ہیں۔ سفر انسان کو قوموں کی سرگزشت اور ملکوں کی تاریخ کا بالواسطہ بخشتا ہے۔ جس طرح سائنس کے معلموں میں حقائق اشیاء کا ادراک ہوتا ہے اسی طرح سفر سے صفات انسانی کی حقیقتوں کا علم ہوتا ہے اور مختلف اقوام کے امزجہ وطبائع کا پتہ چلتا ہے۔" (۱)

جدید ٹیکنالوجی نے سفری سہولت میں آسانیاں فراہم کردی لوگ بآسانی ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر طے کرلیتے ہیں سفر نامہ نگار دوران سفر پیش آنے والے حالات وواقعات کے ساتھ ساتھ وہاں تہذیبی، سیاسی، ثقافتی اور مذہبی معلومات کو بھی قلمبند کرتے ہیں تاکہ قارئین اسے مستفید ہوسکے۔ اس طرح آہستہ آہستہ اس روایت نے سفر نامہ کی شکل اختیار کرلی اور یہاں سے ہی سفر نامہ کا آغاز ہوا۔ اس کی وضاحت مرزاحامد بیگ یوں کرتے ہیں:

> "خارج سے متعلق بیانیہ اصناف ادب میں سفر نامہ سرفہرست ہے لیکن شاید سفر نامہ واحد نثری صنف اظہار ہے جس کی تکنیکی تعریف کا تعین تا حال ممکن نہیں ہو سکا۔ کچھ یہی سبب ہے کہ سفر نامہ کبھی روز نامچے کے رنگ میں لکھا گیا اور کبھی خطوط کی شکل میں۔ اس میں مکالمے کی شمولیت بھی ممکن ہے اوراس میں خبر پہنچانے کا انداز بھی کھپ جاتا ہے"۔ (۲)

سفر نامہ ایسی صنف ادب ہے جس نے تمام ادبی اصناف کو اپنے اندر سمایا ہوا ہے لیکن اس کے باوجود اپنی آزادانہ حیثیت کو منواتا ہے جس کی بدولت اس کو ایک الگ صنف ادب کا درجہ دیا گیا۔ اس صنف میں سفر نامہ نگار کے احساسات، جذبات، تجربات اور مشاہدات کا اہم کردار ہے اور جب ان کو تحریری صورت میں لایا جاتا ہے۔ اس کی وضاحت میں خالد محمود یوں لکھتے ہیں:

> "سفر نامہ نگار دوران سفر یا سفر سے واپسی پر اپنے ذاتی تجربات و مشاہدات اور تاثرات واحساسات کو تربیت دے کر جو تحریر رقم کرتا ہے وہ سفر نامہ ہے"۔ (۳)

سفر فطرت انسانی کا بنیادی جز ہے اس ظاہر ہوتا ہے سفر کی تاریخ اتنی قدیم ہے جتنی نوع انسانی کی اور رہتی دنیا تک یہ جاری وساری رہے گا۔ اردو سفر نامے میں اگرچہ مختلف مذاہب کے عناصر پائے جاتے ہیں اسی طرح ہندو مت کے عناصر بھی نمایاں نظر آتے ہیں۔ ان کا جائزہ لینے سے پہلے ہندو مت کا مختصر تعارف کرنا ضروری ہے۔

ہندو مت ایک قدیم مذہب ہے۔ اس مذہب کی تاریخ کسی کو معلوم نہیں، نہ ہی کسی تاریخی واقعہ سے ثابت ہے اگرچہ قدیم فارسی کتب میں اس مذہب کا تذکرہ موجود ہے لیکن ان میں زمانہ اور تاریخ کا تعین نہیں۔ لفظ ہند سنسکرت زبان سے ہے یہ دریائے سندھ کے نام ""سندھو" سے ماخذ ہے جو بعد میں ہند بن گیا۔ اسی نسبت سے ہند کے رہنے والے ہندو کہلائے۔ مت کے معنی مذہب، عقل اور دھرم کے ہیں۔ ہندوستان میں عام طور مذہب کے لیے دھرم کا لفظ بولا جاتا ہے انہی الفاظ کی روشنی میں پروفیسر ڈاکٹر محمد اکرام کی تعریف یوں کرتے ہیں:

> "ہندوستان میں مذہب کے لیے دھرم کا لفظ بھی استعمال کیا گیا آریا دھرم یا ویدک دھرم کے لفظ کثرت سے استعمال ہوئے۔ ہندو مت میں بہت سے پست اور بلند عقیدے اور عمل شامل ہیں جن میں سے اکثر ایک دوسرے سے مختلف اور متضاد ہیں۔ مہاتما گاندھی نے لکھا ہے "اگر مجھ سے ہندو مت کی تعریف کرنے کو کہا جائے تو میں صرف اتنا کہوں گا کہ پر امن طریقوں سے حق کی جستجو کا نام ہندو مت ہے۔ آدمی خدا کو مانے بغیر بھی اپنے آپ کو ہندو کہہ سکتا ہے ہندو مت حق کی ان تھک جستجو کا نام ہے۔ ہندو مت حق اور صداقت کا مذہب ہے، حق ہمارا خدا ہے، ہمارے ہاں خدا سے انکار کی مثالیں موجود ہیں لیکن حق سے انکار کی مثال نہیں" (۴)

ہندو مت کو سمجھنے کے لیے قدیم دور، ویدک دور، برہمنی دور اور ہندو مسلم دور کا مطالعہ از حد ضروری ہے چونکہ یہ مذہب بہت سے عقائد کا مجموعہ ہے ہندو مت میں بے شمار معبودوں، دیوتاؤں اور دیویاں ہیں جن کی پوجا پاٹ کی جاتی ہے یہ لوگ اس قدر بت پرستی میں مبتلا ہیں کہ انھیں اپنے معبود کے سوا کچھ بھی نہیں دکھائی دیتا۔ قدیم بت پرست اقوام کے متعلق موہنجوڈارو اور ہڑپہ کی کھدائی سے بہت سی ایسی معلومات ملتی ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ مختلف قسم کے بتوں، جانوروں اور درختوں کی پوجا پاٹ کرتے تھے جو کہ بعد میں ہندو مذہب کا حصہ قرار پائی۔ یہ واحد مذہب ہے کہ اس کی کوئی بانی نہیں، اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہندو کی مذہبی کتب میں بے شمار افراد نے حصہ لیا اور کسی ایک کو مخصوص نہیں کیا جا سکتا۔ اس مذہب میں معبودوں، دیوتاؤں اور دیویاں کی کثیر تعداد کی موجود ہے۔ اسی بناء پر ہمہ اوستی کا نظریہ جنم لیتا ہے۔ بقول مظہر الدین صدیقی:

"ہمہ اوستی عقیدہ یہ ہے کہ تمام دیوتا اور دیویاں اور سارے مظاہر فطرت مثلا ہوا، آگ، پانی ،دریا،اور وبائیں ایک واحد قوت حیات کے مختلف ظہوروں کا نتیجہ ہیں،خود انسان ایک طرف ہے جس میں یہ قوت حیات رواں دواں ہے،فطرت اور خدا ایک ہی حقیقت کے دو رخ ہیں اس لئے فطرت ذی یا بے جان فطرت کی پرستش خدا کی پرستش ہے" (۵)

ہندو مت میں سبھی لوگ کے عقائد اور نظریات مختلف ہیں صرف ایک عقیدہ ایسا ہے جو تمام ہندوں میں مشترک ہے ہندی زبان میں اس کو آوا گوان کہتے ہیں۔اس عقیدے میں گذشتہ جنم کے اعمال کا تعین ہے،جن کی وجہ سے انسان بے بس ہے چونکہ ان کے نزدیک اس میں تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں ہندووں اس عقیدے کو "تقدیر پرستی "کا نام دیتے ہیں موجودہ عقیدہ آوا گوان کے حوالے سے پروفیسر محمد یوسف خان یوں لکھتے ہیں:

"ہندووں کے موجودہ عقائد یہ اختیار کر گئے ہیں کہ موت کے بعد ایک نئ ارضی اور زمینی زندگی کا آغاز ہوتا ہے۔جس میں انسان کو اپنے گذشتہ جنم کے اعمال کا نتیجہ بھگتنا پڑتا ہے اور یہ سلسلہ ہمیشہ چلتا رہے گا،اگر پہلے جنم میں اچھے کام کئے ہوں گے تو اگلا جنم اچھی شکل وصورت میں ہی ہو گا ورنہ اس سے بھی بری زندگی کا آغاز ہو گا اور اس عقیدے کے مطابق ضروری نہیں ہے کہ انسان کا اگلا جنم انسان ہی کی صورت میں ہو بلکہ وہ کسی جانور، پرندے، درخت ، پھل اور پھول یا پودے وغیرہ کی شکل میں بھی ہو سکتا ہے" (۶)

ہندو مت کی مقدس کتب وید، پران، مہابھارت اور گیتا وغیرہ قابل ذکر ہیں اس کے علاوہ اس مذہبی عبادات و تہوار اور رسوم میں پوجا پاٹ، دیوالی، ہولی اور نوراتری وغیرہ شامل ہیں۔ہندو مت میں بعض ایسے تصورات بھی موجود ہیں جن کے تقدس کی پامالی باعث جُرم قرار دیا جاتا ہے۔ان میں گاؤ ماتا کا تصور عام ہے، اس کا بے حد ادب واحترام کیا جاتا ہے اور ہندوؤں اس کو ماں درجہ دیتے ہیں۔بھارت میں گائے کی تقدس کا عالم یہ ہے کہ اگر کوئی گائے سڑک پر آجائے تو اُن کے احترام میں ٹریفک روک دیا جاتا ہے۔یہاں پر جگہ جگہ گائیں ہی گائیں نظر آتی ہسیں اور ان مالکوں کو خبر تک نہیں ہوتی۔وہ خود شام کو مالک کے گھر چلی جاتی ہے اور جب تک دودھ دیتی ہے تو اُس کا دودھ استعمال کرتے ہیں۔بعد میں اس کے گوبر کو تبرک کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔انہی الفاظ کی روشنی میں ڈاکٹر ظہور احمد اعوان یوں لکھتے ہیں:

"سڑک کے بیچ میں کوئی گائے آجاتی تو ٹریفک رُک جاتی یہ گائیں سڑکوں کے کنارے، فٹ پاتھوں پر بیٹھی تھیں لیٹی تھیں یا آدمیوں کے ساتھ ساتھ سڑکوں میں آوارہ پھر رہی تھیں۔ ان کے مالکوں کا پتہ نہیں چلتا تھا۔ میں نے پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ دن بھر گھوم پھر کر شام کو واپس اپنے مالکوں کے پاس پہنچ جاتی ہیں جب تک دودھ دیتی ہیں مالک دودھ لیتے ہیں جب دودھ دینے کے قابل نہیں رہتیں تو پھر ان کو گوبر کے لئے رکھا جاتا ہے"۔ (۷)

دہلی میں بھی گاؤماتا کے عجیب ہی سلسلہ ہے اگر کوئی گائے سڑک پر آجائے تو کسی کو یہ حق نہیں کہ وہ اُس کو راستے سے ہٹائے بلکہ وہ اپنی گاڑی روکے رکھے اور گھنٹوں تک اُس کے راستے سے ہٹنے کا انتظار کرے۔ یہاں پر گائیوں کی وجہ ٹریفک کا جینا دوبھر ہو چکا ہے۔ انہی حالات کے پیش نظر ڈاکٹر ظہور اعوان یوں لکھتے ہیں کہ:

"دو عدد گائیں سڑک کے وسط آمنے سامنے بیٹھی یا لیٹی جگالی بمع مذاکرات فرما رہی ہیں۔ کسی ذی روح کو یہ مجال نہیں کہ گائے کو اتنا ہی کہہ سکے کہ محترمہ یہاں اٹھ کر ذرا سائے میں بیٹھ جا۔ گائے کی مرضی ہے اٹھے یا کبھی نہ اٹھے۔ اسے سڑک کے بیچ مرنے جینے بلکہ سارے دہلی کی ٹریفک کا جینا حرام کرنے کی پوری اجازت ہے۔ سنا ہے جب عمر طبعی مکمل کرکے مر جاتی ہیں تو میونسپل اداروں کی اعلیٰ کردگی کے باعث ان کا پاکیزہ گوشت پوست کافی دنوں تک جہاں ہے اور جیسا ہے کہ بنیاد پر پڑا رہتا ہے۔" (۸)

گائے کی وجہ سے ہندوؤں بیلوں کو بھی مقدس سمجھتے ہیں ان کا خیال ہے کہ بیل کو گائے کے شوہر ہونے کی حیثیت حاصل ہے اس لیے اس کی بھی عزت و توقیر کی جائے۔ انہی الفاظ کی روشنی میں ڈاکٹر ظہور احمد اعوان اپنی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

"گایوں کی وجہ سے ان کے شوہروں یعنی بیل صاحبان پر بھی ملتی جلتی مہربانیاں جاری وساری رہتی ہیں۔ یعنی قصاب ان کے بھی نزدیک نہیں کیا جاسکتا۔ گیا تو خود ذبح ہوا۔" (۹)

ایک اور جگہ گائے کے تقدس اور منزلت کے حوالے سے رشک کرتے ہوئے ڈاکٹر ظہور احمد اعوان لکھتے ہیں کہ:

"بھارت میں گائے کی منزلت دیکھ کر رشک آتا ہے۔ مزے ہی مزے ہیں جس کا باغ کھیت چاہا چر دیا۔ جہاں بیل میاں سے محبت کی پینگ بڑھانی چاہی بڑھالی۔ جس گلی کوچے میں چاہا بچھڑا جن دیا۔ دودھ جس نے لینا چاہا اپنی مرضی سے دے دیا۔ مارپیٹ دھونس

دھمکی کا سوال ہی نہیں۔ اگر دودھ اپنے بچھڑے کو ہی پلانا چاہا تو مالک کو ٹکر ماردی۔ اپنے طفیل اپنے شوہر اور اہل خاندان کی بھی تاحیات بخشش کرادی۔ رب کا شکر ادا کر بھائی جس نے ہماری گائے بنائی کی جگہ گایوں کو یہ مصرعہ ہندوستان میں یوں ادا کرنا چاہے رب کا شکر ادا کر بہن بھائی جس نے ہمیں گائے بنایا۔ اگر گھوڑا یا گدھا بنا دیتا تو کیا کر لیتیں۔ ہاں اگر بھیڑ بکری مرغ بنتی تو پھر اہل بھارت کی چھری سے بھی انہیں کوئی نہ بچا سکتا۔ حالانکہ بکری منمنا کر تھوڑا سا دودھ اور مرغی کڑکڑا کر ہماری خوارک کے لیے انڈے فراہم کر نے میں بخل سے کام نہیں لیتی۔ مگر اپنی اپنی قسمت ہے لاٹری صرف گائے کی ہی نکل آتی ہے۔"(۱۰)

کالکاجی مند کی سیر کے دوران ڈاکٹر ظہور احمد اعوان یوں لکھتے ہیں کہ ہندو کے اس مندر پر بہت ہجوم ہے۔ ہندو یہاں پر عبادت کرتے ہیں اور رو رو کر دعائیں مانگتے ہیں۔ڈاکٹر احمد اعوان اس کی منظر نگاری کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں:

"ہجوم میں عقیدت کا جوش فراواں تھا۔ پھر بھی زور کے دھکوں اور ٹھڈوں سے بعض خواتین اور بچوں کی چیخیں نکل گئیں۔ چیخیں میری بھی نکل رہی تھی۔ مورکھ کس نے مشورہ دیا تھا مندر میں جانے کا وہ بھی اس سیزن میں۔ مندر ہی دیکھنا تھا تو کوئی خالی سا مندر عام دنوں میں دیکھ لیتا۔ کیا تجھے یہی مندر دیکھنا تھا۔ مگر ہونی کو کون ٹال سکتا ہے۔ سب یاتری اپنے اپنے دلوں میں کچھ نہ کچھ دعائیں مانگ رہے ہوں گے۔ میں ایک ہی دعا مانگ رہا تھا۔ اے مورتی صاحبہ اپنے یاتریوں سے کہہ کہ مجھے راستہ دے دیں۔ میں خدا سے بھی کہہ رہا تھا اے رب ایک مرتبہ اس رپھڑ سے نکال آئندہ کبھی ادھر کا رخ نہیں کروں گا۔"(۱۱)

ہندو مت میں جسم کے تقدس اور مورتیاں کے حسن و جمال ہر جگہ نظر نہیں آتا لیکن "شیو لنک کی پوجا" مرد اور خواتین کے عضوہائے تناسل کی پوجا پاٹ کی جاتی ہے، ان کو مقدس سمجھا جاتا ہے اور نذرانے پیش کیے جاتے ہیں۔ یہاں پر مقدس عریانی (ننگا بدن آنا) باعث سعادت خیال کیا جاتا ہے۔ بقول ظہور احمد اعوان:

"ہندو مت میں جسم کا تقدس اس کے دکھانے میں ہے۔ کیا آپ نے ہندو مورتیوں کے پتھریلے جمال کو جگہ جگہ نہیں دیکھا ہے۔ میں نے کہا حضور اس سے بھی آگے بڑی منازل ہیں۔ مثلاً شیو لنک کی پوجا۔ اس نے کہا یہ کیا ہے۔ میں نے کہا نہ پوچھو تو بہتر ہے

یہاں مرد دیوتاؤں کے طویل و عرض عضوہائے تناسل کی باقاعدہ پوجا ہوتی ہے بلکہ ان کے حضور عقیدت مند خواتین کی طرف سے گل ہائے نذرانہ بھی پیش کئے جاتے ہیں۔"(۱۲)

اسی طرح ممتاز مفتی امرتسر کی سیر کے دوران ہندومت کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ہندو ایک طاقتور قوم ہے اگرچہ ہندوستان میں بہت بڑے بڑے مذاہب آئے ہیں لیکن ہندوؤں کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑا۔ ہندوؤں کی ایک خوبی یہ ہے کہ وہ دوسرے مذاہب کو جذب کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور خود اُس مذہب کو اختیار نہیں کرتے۔ ہندو کردار کے مثبت پہلو یہ ہیں کہ ان میں تحمل، رواداری، عجز و انکساری، زبان میں شیرینی جیسے اوصاف موجود ہیں۔ انھیں اوصاف کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ممتاز مفتی یوں لکھتے ہیں کہ

"ہندو قوم ایک قدیم قوم ہے۔ ہندو کردار میں بڑے مثبت عناصر ہیں۔۔ ان میں تحمل ہے، مٹھاس ہے، عجز ہے۔ رکھ رکھاؤ ہے۔ خودداری ہے، سبھی کچھ ہے، بس وہ ایک منفی وصف کی وجہ سے مار کھا گیا۔ ہندو کی ہڈی میں اونچ نیچ ایسی رس بس گئی کہ نکالے سے نہیں نکلتی۔" (۱۳)

ہندومت میں عورتوں کو ادب و احترام کی نگاہ سے نہیں جاتا۔ جب تک ان کا خیال ہے کہ عورت کی ناقدری کرنے سے دیوتاؤں کو دلی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے ان کے نزدیک عورت کی اپنی حیثیت کوئی نہیں ہوتی بلکہ ان کی عزت باپ، بیٹا، خاوند اور بیٹے کی وجہ سے ہوتی ہے اور اسی وجہ سے وہ اپنی نگاہیں ہمیشہ نیچے رکھتی ہیں۔ ہندو خواتین میں حسن و جمال عام ہے۔ انہی الفاظ کی تائید میں ممتاز مفتی یوں لکھتے ہیں۔

"جہاں تک عورت کا تعلق ہے، ہندو بڑی خوددار قوم ہے۔ ان کے کلچر نے عورت کو آنکھ اٹھانے کی اجازت نہیں دی۔ جبھی تو ہندو عورت جھکی جھکی آنکھوں والا حسن رکھتی ہے، لاج بھرا حسن۔ ہندو عورت میں حسن تو عام ہوتا ہے لیکن عورت کم کم ہوتی ہے۔ حسن اور چیز ہے عورت اور چیز۔ اس عظیم حقیقت کو سب سے پہلے پنڈت کوکا نے محسوس کیا تھا۔ صرف محسوس ہی نہیں کیا بلکہ اپنے کام شاستر میں اس کی وضاحت بھی کر دی۔ پنڈت کوکا کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ حسین عورت پدمنی ہوتی ہے۔ لہٰذا جب بھی شادی کرو۔ پدمنی سے کرو۔ پتہ نہیں کہ ایسا کیوں ہے مگر ایسا ہے کہ عورت جتنی حسین ہو گی اتنی ہی اس میں عورت کم کم ہو گی۔ جتنی عورت زیادہ ہو گی اتنا ہی حسن کم کم ہو گا۔ عورت میں مانگ ہے، وہ سراسر مطالبہ ہی مطالبہ ہے۔ اتنا مطالبہ کہ اسے پورا کرنے کی مرد میں توفیق نہیں۔

حسینہ میں مطالبہ کم ہے ممتاز زیادہ۔ حسینہ ایک خوشگوار تاثر پیدا کرتی ہے۔ عورت آگ سلگا دیتی ہے۔ جبھی ہندی میں اسے ناری کہتے ہیں۔" (۱۴) حسن رضوی بھارت کی سیر کے دوران ہندو کے مذہبی تہوار ہولی کے حوالے سے

لکھتے ہیں کہ ہولی کے تہوار میں مختلف قسم کے رنگوں کو ایک دوسرے کے کپڑوں پر ڈالتے ہیں اور اس موقع پر طرح طرح کے پکوان مٹھائیاں وغیرہ کا اہتمام بھی کیا جاتا ہے اس تہوار کو محبت اور بہار کے رنگ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ہولی کے تہوار بنانے کا مقصد یہ ہے کہ بہار کی آمد، اچھائی کا فتح، مصائب وآلام اور قباحتوں کو ختم کرنا، دوسروں کی غلطیوں و کوتاہیوں کو معاف کرنا، اچھے تعلقات کو استوار کرنا اور اچھی فصل کی شکر گزاری کی جائے۔ ہندو میں یہ تہوار بہت مقبول ہے اسکا آغاز پوجا سے کیا جاتا ہے۔ انہی الفاظ کی تائید میں حسن رضوی یوں لکھتے ہیں کہ:

"مہاراج آج تو ہولی ہے نا ہولی آج تو اور بھی بہت کچھ چاہیے۔ یہ کہتے ہوئے وہ چائے کے لیے آوازیں لگاتا ہوا اگلے ڈبے کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس بیرے کی گفتگو کے بعد ہم سوچ رہے تھے کہ یہ کمل نہیں کوئی اور بول رہا تھا اور ایسے بول اس عہد میں کوئی نشے میں ہی بول سکتا ہے۔

جنتا گاڑی ہماری پسنجر گاڑی کی طرح آہستہ آہستہ لہراتی جا رہی تھی ریلوے لائن کے دونوں طرف کچے پکے کوٹھوں سے دھواں اُٹھ رہا تھا۔ ہولی کے تہوار کی نشانیاں ہمیں جگہ جگہ لوگوں کے کپڑوں پر بکھرے ہوئے رنگ کی صورت میں دکھائی دے رہی تھیں۔" [۱۵] ہندوستان میں ہولی کا تہوار ہندو بڑی شان وشوکت بناتے ہیں پولیس والے پہلے دن ملک کی امن وسلامتی برقرار رکھنے کے لیے مصروف رہتے ہیں اس لیے ہولی دوسرے دن بناتے ہیں۔ اس کی منظر نگاری حسن رضوی نے ان الفاظ میں کی ہے: "یہ ہولی کا دوسرا دن تھا اور آج پولیس والوں کی ہولی تھی۔ اس لیے کہ ہولی کے دن تو پولیس والے خود امن وامان بحال رکھنے کے سلسلے میں مصروف تھے۔ اس لیے آج ان کی ہولی تھی۔ پولیس سٹیشن میں موجود تمام سی آئی ڈی والے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ ہم جن صاحب کے پاس اندراج کرانے گئے ان کا بھی حال تھا سفید بال سفید بوشرٹ پینٹ اور چہرہ رنگا ہوا تھا۔" [۱۶] ہندوؤں کے لباس پر غور کیجیے تو مرد دھوتی پہنتے ہیں اور خواتین میں زیادہ تر ساڑھی اور چوڑی دار پاجامہ کا رواج ہے۔ شادی وبیاہ اور تہوار کے موقع پر سُرخ رنگ کی ساڑھی پہنتی ہیں اور سفید رنگ کی ساڑھی عموماً بوڑھی اور بیوہ عورتیں پہنتی ہیں اسی حوالے سے حسن رضوی امرتسر کے سفر کے دوران یوں لکھتے ہیں:

> "یہاں ہم نے لوگوں کو زیادہ تر پاجامے اور کُرتے ہی میں پایا۔ شلواریں ہندوستان میں صرف عورتیں ہی پہنتی ہیں اور وہ بھی مسلمان اور سکھ عورتیں وگرنہ ہندوؤں کے یہاں تو زیادہ تر ساڑھی اور چوڑی دار پاجامے ہی پہنے جاتے ہیں۔" [۱۷]

اس کے علاوہ ہندو خواتین تہوار کے موقع پر مندروں سے تازہ پھول لے کر بالوں میں لگانا باعث سعادت خیال کرتی ہیں ہندو مت میں حسن اور زیب وآرائش کو ترجیح دی جاتی ہے۔ ہندوؤں میں بناؤ سنگھار کی روایت زمانہ قدیم سے چلی آرہی ہے اس کو سولہ سنگھار یا سولہ آرائشیں بھی کہتے ہیں ان میں مانگ کا ٹیکا، مانگ میں سیندور،

بندیا، کاجل، جھمکا یا بالی، ناک کی نتھی، ہار، انگوٹھی، چوڑیاں، باوزبند، گجرا، کمربند، پائل یا پازیب، پچھیا یا پاؤں کی انگوٹھی عطر اور مہندی وغیرہ شامل ہیں۔ ہندو خواتین پر تلک اور مانگ میں سیندور لگاتی ہیں بقول حسن رضوی: "ہندو عورتیں ماتھے پر تلک اور سہاگنیں مانگ میں گہرے سیندور سُرخ رنگ بھرتی ہیں۔ "(۱۸)

ہندومت میں گزارنے کا کوئی اُصول متعین نہیں لہذا وہ اس کو پسند اور ناپسند پر چھوڑ دیتے ہیں۔

اس مضمون "اردو سفر نامہ ہندومت کے عناصر" میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ ہندومت کی بنیادی رسوم ورواج اور تہذیبی اور ثقافتی اکائیوں کو اُردوادب کے قارئین کی نذز کیا جائے، مذہبی اشتراک کے حوالے سے عمدہ خصائص کو نمایاں کیا جائے اور اُن حرکات کا بھی مطالعہ کیا جائے جو منفی جذبات کی ترجمان بنتی رہی ہیں۔ سفر نامہ نگاروں کی وسعت قلبی اور ذوق نظر بھی دیدنی ہے کہ اُنھوں نے صرف اُن عناصر کو تحریر کے ضابطے میں لایا ہے جو خالصتاً انسانی عروج وزوال اور رفعت کا باعث ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ ابرار رحمانی، مرتبہ محبوب الرحمٰن، "آج کل اور سفر نامہ" س۔ن ص ۱

۲۔ مرزا حامد بیگ، "اردو سفر نامے کی مختصر تاریخ" کلاسیک، لاہور، ۱۹۹۹ء ص ۷

۳۔ خالد محمود، " اردو سفر ناموں کا تنقیدی کا مطالعہ " مکتبہ جامعہ دہلی لمٹیڈ، دہلی، ۲۰۱۹ء ص ۲۲

۴۔ ڈاکٹر محمد اکرم رانا، پروفیسر، "بین الاقوامی مذاہب" یورب اکادمی، اسلام آباد ۲۰۱۱ء ص ۲۸

۵۔ مظہر الدین صدیقی، "اسلام اور مذاہب عالم" ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۲۰۱۴، ص ۲

۶۔ محمد یوسف خان، پروفیسر، "تقابل ادیان" بیت العلوم، لاہور، س۔ن ص ۴۸

۷۔ ظہور احمد اعوان، ڈاکٹر، "گنگا جمنا کی دھرتی" مکتبہ عالیہ، لاہور، ۲۰۰۵ء ص ۹۶

۸۔ ایضاص ۹۶

۹۔ ایضاص ۹۶

۱۰۔ ایضاص ۹۷

۱۱۔ ایضاص ۱۵۲

۱۲۔ ایضاص ۲۲۸۔۲۲۷

۱۳۔ ممتاز مفتی، "ہند یاترا" الفیصل، لاہور، ۲۰۱۶ء ص ۸۔

۱۴۔ ایضاص ۸۲۔۸۱

۱۵۔ ایضاص ۸۲

۱۶۔ حسن رضوی، " دیکھا ہندوستان" مکتبہ عالیہ، لاہور، ۱۹۸۷ء ص ۳۰

۱۷۔ ایضاص ۴۹

۱۸۔ ایضاص ۴۷

۱۹۔ ایضاص ۴۸

References in Roman Script

1. Abrar Rehmani, Murtaba Mehboob ur Rehman, “Aaj Kal or Safarnama, C.N, Page 1.
2. Mirza Hamid Baig, Urdu Safar Namey ki Mukhtasir Tareekh, Classic, Lahore, 1999, Page 7.
3. Khalid Mehmood, Urdu Safar Namo ka Tanqedi Mutalia, Maktaba Jamia Delhi Limited, Delhi, 2019, Page 22
4. Dr. Muhammad Ikram Rana, Professor, Bain Aqwami Mazahib, Porab Academy, Islamabad, 2011, Page 28.
5. Mazhar ud Din Siddiqui, Islam aor Mazahib Aalim, Idara Saqafat Islamia, Lahore, 2014, Page 2.
6. Muhammad Yousaf Khan, Professor, Taqabil Adyan, Bait ul Aloom, Lahore, S.N, Page 48.
7. Zahoor Ahmed Awan, Dr, Ganga Jamna ki Dharti, Maktaba Aalia, Lahore, 2005, Page 96.
8. Ibid, Page 96
9. Ibid, Page 96
10. Ibid, Page 97
11. Ibid, Page 152
12. Ibid, Page 227-228
13. Mumtaz Mufti, Hind Yatra, Al Faisal, Lahore, 2016, Page 8.
14. Ibid, Page 81-82
15. Ibid, Page 82
16. Hassan Rizvi, Dekha Hindustan, Maktaba Aalia, Lahore, 1987, Page 30.
17. Ibid, Page 49
18. Ibid, Page 47
19. Ibid, Page 48